34630-اللہ پر ایمان لانے کا معنی

سوال

میں نے اللہ تعالی پر ایمان لانے کے بہت فضائل سنے اور پڑھے بھی ہیں، میری آپ سے گزارش ہے کہ اللہ تعالی پر ایمان کا معنی کیا ہے اس کے متعلق کچھ روشنی ڈالیں تا کہ میں اس پر عمل کر سکوں، جو مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے منہج کی مخالفت سے دور رکھے ؟

پسندیدہ جواب

اللہ تعالی پر ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالی کے وجود پر یقین جازم ہو اور اس کی ربوبیت اور الوہیت اور اسماء صفات پر بھی یقین جازم ہو.

اللہ تعالی پر ایمان چار امور پر مشتمل ہے، جو شخص بھی ان پر ایمان رکھے وہ پکا اور سچا اور حقیقی مومن ہے :

اول : اللہ تعالی کے وجود پر ایمان :

اللہ تعالی کے وجود پر عقل اور فطرۃ بھی دلالت کرتی ہے چہ جائے کہ اس کے وجود پر شرعی دلائل بہت زیادہ ہیں :

1-اللہ تعالی کی موجودگی پر فطرتی دلیل : ہر مخلوق فطرتی طور پر اپنے بغیر کسی سوچ یا تعلیم کے اپنے خالق پر ایمان رکھتی ہے، اور اس فطرت کے مقتضی سے اسے کوئی بھی علیحدہ نہیں کر سکتا لیکن جس کے دل پر کوئی ایسی چیز آجائے جو اسے اس سے دور کر دے.

اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے والدین یا تو اسے یہودی بنا دیتے ہیں یا پھر عیسائی یا مجوسی" صحیح بخاری حدیث نمبر (1358) صحیح مسلم حدیث نمبر (2658).

2-اور اللہ تعالی کے وجود پر عقلی دلیل یہ ہے کہ : یہ ساری مخلوق جو پہلے تھی اور آنے والے ہے اس کا ضرور کوئی خالق ہے جس نے اسے مخلوق کو عدم سے وجود دیا، کیونکہ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ مخلوق اپنے نفس کی خود موجود ہو.

اس مخلوق کے لئے ممکن نہیں کہ وہ اپنے آپ نفس کو خود ہی وجود میں لے آئے کیونکہ کوئی چیز اپنے آپ کو پیدا نہیں کر سکتی اور نہ ہی یہ ممکن ہے، کیونکہ اس کے وجود سے قبل وہ معدوم اور تھی ہی نہیں تو پھر وہ خالق کیسے ہو سکتی ہے ؟!

اور یہ بھی ممکن نہیں کہ وہ حادثاتی طور پر ہو، کیونکہ ہر حادث کا کوئی محدث ہونا ضروری ہے، اور اس لئے کہ اس بدیع اور محکم نظام میں اس کا موجود ہونا اسباب اور مسبب میں ربط ہے، اور کائنات کا بعض کے ساتھ بعض کا ربط اور تعلق اس میں قطعی مانع ہے کہ یہ حادثاتی طور پر وجود میں آیا ہو کیونکہ اس کا وجود اصلا نظام میں ہے ہی نہیں تو پھر یہ باقی رہنے کی صورت میں منتظم کیسے ہو سکتا ہے ؟

لھذا جب نہ تو یہ ممکن ہے کہ یہ مخلوقات اپنے نفس کو خود وجود دے سکتی ہیں اور یہ بھی ممکن نہیں کہ حادثاتی طور پر بھی وجود میں نہیں آئیں تو پھر اس کا تعین ہوا کہ اس کا کوئی موجد ہے اور وہ اللہ رب العالمین ہے.

اللہ تعالی نے یہ عقلی دلیل اور قطعی برہان سورہ طور میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا :

کیا یہ بغیر کسی (پیدا کرنے والے) کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں؟ یا یہ خود پیدا کرنے والے ہیں؟ الطور(35).

یعنی وہ بغیر کسی خالق کے پیدا نہیں ہوئے، اور نہ ہی انہوں نے اپنے آپ کو خود پیدا کیا ہے تو یہ تعین ہو گیا کہ ان کا خالق اللہ تعالی تبارک و تعالی ہی ہے.

اور اسی لئے جب جبیر بن مطعم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۃ الطور کی تلاوت کرتے ہوئے سنا اور جب وہ اس آیت پر پہنچے :

.{کیا یہ بغیر کسی (پیدا کرنے) والے کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں؟ یا یہ خود پیدا کرنے والے ہیں؟ کیا انہوں نے ہی آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ یہ یقین نہ کرنے والے لوگ ہیں، یا کیا ان کے پاس تیرے رب کے خزانے ہیں؟ یا یہ ان خزانوں کے داروغہ ہیں؟}.الطور(35-37)

اور جبیر اس وقت مشرک ہونے کے باوجود کہنے لگے : میرا دل نکل کر اڑنے لگا اور یہ میرے دل میں ایمان کی سب سے پہلی کرن تھی. اسے امام بخاري رحمہ اللہ تعالی نے کئی ایک مقام پر بیان کیا ہے.

اس کی مزید وضاحت کے لئے ہم ایک مثال بیان کرتے ہیں :

اگر کوئی شخص آپ کو ایک پختہ محل کی کے متعلق بتائے جسے باغات نے گھیر رکھا اور اس کے درمیان نہریں جاری ہوں اور وہ محل قالینوں اور پلنگوں سے بھرا ہوا ہو اور کئی قسم کی زینت والی اشیاء سے مزین کیا گیا ہو تو وہ شخص کہے کہ یہ محل اور اس میں جو کچھ ہے اس نے اپنے آپ کو خود بنایا ہے یا یہ حادثاتی طور پر بغیر کسی موجود کے ہی بن گیا، تو آپ فورا انکار کریں گے اور اسے جھوٹا اور کذاب قرار دیں گے اور اس کی اس بات کو بے وقوفی قرار دینگے.

تو کیا اس کے بعد اس وسیع آسمان وزمین اور یہ سارا فلک جو ظاہر اور محکم اور مضبوط ہے اس نے کیا اپنے آپ کو خود وجود دیا ہے یا یہ سب کچھ حادثاتی طور پر بغیر کسی موجد کے ہی بن گیا ہے؟

اور اس دلیل کو تو ایک صحراء میں رہنے والا خانہ بدوش سمجھ گیا اور اس نے اسے اپنے اسلوب میں بیان کیا، جب کسی نے اس سے پوچھا کہ تو نے اپنے رب کو کیسے پہچانا؟

تو اس خانہ بدوش کا جواب تھا : اونٹ کی مینگنی اونٹ پر دلالت کرتی ہے اور پاؤں کے نشانات چلنے کی دلیل ہیں، تو برجوں والا آسمان اور راستوں والی زمین اور موجوں والے سمندر کیا یہ سننے اور دیکھنے والے پر دلالت نہیں کرتے؟!!

دوم : اللہ تعالی کی ربوبیت پر ایمان :

یعنی یہ ایمان رکھنا کہ وہ رب اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی معین ومددگار ہے.

اور رب وہ ہے جس کی مخلوق، اور بادشاہی ہو اور وہ مدبر ہو اور تدبیر اسی کی ہے، اللہ تعالی کے علاوہ خالق کوئی نہیں اور نہ ہی اللہ کے سوا کوئی مالک ہے اور امور کی تدبیر کرنے والا اللہ کے سوا کوئی نہیں.

فرمان باری تعالی ہے :

.{یاد رکھو اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا}.الاعراف (54)

اور ایک مقام پر اس طرح فرمایا :

.{آپ کہہ دیجئے کہ وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے روزی دیتا ہے یا وہ کون ہے جو کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار کرتا ہے اور وہ کون ہے جو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے ؟ وہ ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ، تو ان سے کہیں کہ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے }.یونس (31).

اور ایک مقام پر فرمایا :

.{وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر کام کی تدبیر کرتا ہے پھر وہ اسی کی طرف چڑھ جاتا ہے }.السجدۃ (5).

اور ایک مقام پر ارشاد ربانی ہے :

.{یہی ہے اللہ تم سب کو پالنے والا اسی کی سلطنت ہے، اور جن کو تم اللہ کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں }.فاطر (13).

اور سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالی کے اس فرمان .{وہ جزا کے دن کا مالک ہے }.الفاتحۃ (4) پر غور کریں اور متواتر قرات میں ملک یوم الدین بھی آیا ہے کہ وہ یوم جزا کا بادشاہ ہے، اور جب ان دونوں قراتوں کو جمع کریں تو بدیع معنی ظاہر ہوگا، لھذا ملک سلطہ و قوت میں مالک سے زیادہ بلیغ معنی ہے لیکن بعض اوقات بادشاہ صرف نام کا ہی بادشاہ ہوتا ہے نہ کہ تصرف کا، یعنی وہ کسی چیز میں تصرف کی قدرت نہیں رکھتا، تو اس وقت ملک تو ہے لیکن مالک نہیں اور جب یہ دونوں جمع ہو گئے کہ اللہ تعالی مالک بھی ہے اور بادشاہ بھی تو یہ تدبیر اور ملک سے یہ معاملہ پورا ہوگیا.

سوم : اللہ تعالی کی الوہیت پر ایمان :

یعنی وہ معبود برحق ہے اس کا کوئی شریک نہیں.

اور الہ مالوہ یعنی معبود کے معنی میں ہے محبت اور تعظیم میں، اور لا الہ الا اللہ کا بھی یہی معنی ہے : یعنی اللہ تعالی کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں : اللہ تعالی کا فرمان ہے :

.{اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ رحمن بھی اور رحیم بھی }.البقرۃ (163).

اور ایک دوسرے مقام پر اس طرح فرمایا :

.{اللہ تعالی، فرشتے، اور اہل علم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور وہ عدل کو قائم رکھنے والا ہے، اس غالب اور حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں }.آل عمران (18)

اور اللہ تعالی کے ساتھ اللہ کے علاوہ جس کو بھی الہ اور معبود بنایا جائے اور اس کی عبادت کی جائے تو اس کی الوہی باطل ہے.

فرمان باری تعالی ہے :

.{یہ سب اس لیے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے، بیشک اللہ تعالی بلندی والا اور کبریائی والا ہے }.الحج (62)

اورانہیں معبوداورالہ کانام دینے سے انہیں الوہیت کا حق حاصل نہیں ہوجاتا، اللہ تعالی نے (لات اورعزی اورمناۃ) کے بارہ میں فرمایا :

.{یہ توسوائے ناموں کے کچھ نہیں جوتم نے اورتمہارے باپ دادوں نے رکھ لیے ہیں اللہ تعالی نے ان کی کوئی دلیل نہیں اتاری}.النجم (23).

اوراللہ تعالی نے یوسف علیہ السلام کے بارہ میں فرمایا کہ انہوں نے اپنے قیدی ساتھیوں سے کہا :

{اے میرے قید خانے کے ساتھیو!کیا متفرق کئی ایک پروردگا بہتر ہیں ؟ یا ایک اللہ زبردست طاقت ور؟

اس کے سوا تم جن کی پوجا پاٹ کررہے ہووہ سب نام ہی نام ہیں جوتم نے اورتمہارے باپ دادوں نے خودہی گھڑلیے ہیں اللہ تعالی نے اس کی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی} یوسف (40)

لھذا کوئی بھی عبادت کا مستحق نہیں صرف ایک اللہ ہی کی عبادت کی جائے گی اس کے علاوہ کسی کی نہیں، اوراس حق میں کوئی ایک بھی شریک نہیں ہوسکتا، نہ توکوئی مقرب فرشتہ اورنہ ہی کومبعوث کردہ رسول اورنبی، اسی لیے سب انبیاء کرام کی دعوت اول سے لیکر آخر تک یہی تھی کہ لا الہ الا اللہ اللہ تعالی کی علاوہ کوئی معبود برحق نہیں.

فرمان باری تعالی ہے :

.{اورآپ سے قبل جونبی بھی ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی کی کہ میرے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں لھذا میری ہی عبادت کرو}.الانبیاء (25)

اورایک مقام پرفرمایا :

.{ہم نے ہرامت میں رسول بھیجا کہ لوگوصرف اللہ کی عبادت کرواوراس کے سوا تمام معبودوں سے بچو}.النحل (36)

لیکن ان مشرکوں نے اس کا انکارکیا اوراللہ تعالی کے علاوہ کئی ایک کوالہ بنایا اوراللہ سبحانہ وتعالی کے ساتھ ان کی بھی عبادت کرنے لگے اوران سے مدد واستغاثہ مانگنے لگے.

چہارم : اللہ تعالی کے اسماء اوراس کی صفات پرایمان :

یعنی : اللہ تعالی نے جوکچھ اپنی کتاب عزیز میں اپنے لیے ثابت کیا ہے اورسنت نبویہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی کے لیے جواسماء وصفات بیان کیے ہیں انہیں اللہ تعالی کی شایان بغیر کسی تحریف اوراور تمثیل اور بغیر کوئی کیفیت بیان کیے اوراس کی تاویل اورانہیں معطل کیے بغیر ان پرایمان رکھنا اورانہیں ثابت کرنا.

اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے :

.{اوراللہ تعالی کے لیے ہی اچھے اچھے نام ہیں تم اسے انہیں ناموں سے پکارواورجولوگ اس کے ناموں میں الحاد کرتے ہیں انہیں چھوڑدو عنقریب انہیں ان کے اعمال کی سزادی جائے گی}.الاعراف (180)

لھذا یہ آیت اللہ تعالی کے اسماء حسنی کے اثبات کی دلیل ہے اورایک دوسرے مقام پراللہ تعالی کا فرمان ہے :

.{اسی کی بہترین اوراعلی صفت ہے آسمانوں اورزمین میں بھی اوروہی غلبے والااورحکمت والا ہے}.الروم (27).

اوریہ آیت اللہ تعالی کی صفات کمال کے اثبات کی دلیل ہے، کیونکہ المثل الاعلی یعنی کامل اوراکمل وصف ہے، تودونوں آیتیں اللہ تعالی کے اسماء حسنی اوربلند صفات کو عمومی طورپر ثابت کرتی ہیں، اورکتاب وسنت میں اس کی تفصیل بہت زیادہ ہے.

اوریہ باب بھی علم کے ابواب میں سے ایک باب ہے یعنی اللہ تعالی کے اسماء اوراس کی صفات ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں امت کے اکثر افراد کے مابین اختلاف پایا گیا ہے اوراللہ تعالی کے اسماء اورصفات کے متعلق امت کئی ایک فرقوں میں بٹ گئی ہے.

اوراس اختلاف میں ہمارا موقف وہی ہے جس کا ہمیں اللہ تعالی نے حکم دیا ہے :

فرمان باري تعالی ہے :

{لھذا اگر تم کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے اللہ تعالی اوراس کے رسول کی طرف لوٹاؤ اگر تم اللہ تعالی اوریوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو} النساء (59).

لھذا ہم یہ تنازع اوراختلاف اللہ تعالی کی کتاب اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر پیش کرتے ہیں اوراس میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اورتابعین عظام کی ان آیات اور احادیث میں فہم اور سمجھ سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں، کیونکہ وہ امت سے اللہ تعالی اوراس کے رسول کی مراد کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے سچ فرمایا : وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی صفت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں :

(تم میں جو کوئی بھی کوئی طریقہ اختیار کرنا چاہتا ہے تووہ فوت شدگان کے طریقہ پر چلے کیونکہ زندہ شخص سے فتنہ کا ڈر رہتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اس امت کے سب سے نیک دل اور علمی گہرائی رکھنے والے اور سب سے کم تکلف کرنے والے تھے وہ ایسی قوم تھے جنہیں اللہ تعالی نے اپنا دین پھیلانے کے لیے اورا پنے نبی کی صحبت کے لیے چن رکھا تھا لھذا ان کے حق کو پہچان کرواوران کے طریقہ پر چلو کیونکہ وہ صراط مستقیم پر تھے).

اوراس مسئلہ میں جو کوئی بھی امت کے سلف کے طریقہ سے ہٹا اس نے غلطی کی اورگمراہ ہوگیا، اوراس نے مومنوں کے علاوہ دوسرے راستے کی پیروي کی اورمندرجہ ذیل فرمان باري تعالی میں جو وعید ہے اس کا مستحق ٹھرا :

فرمان باری تعالی ہے :

{جو شخص باوجود راہ ہدایت کے واضح ہوجانے کے بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے اورتمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے ہم اسے ادھر ہی متوجہ کردیتے ہیں جدھر وہ خود متوجہ ہوا اوراسے دوزخ میں ڈالیں گے اورپہنچنے والی یہ بہت بری جگہ ہے} النساء (115)

اوراللہ تعالی نے ہدایت کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ ایمان اس طرح کا ہونا چاہئے جس طرح کا ایمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام لائے تھے اس کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا :

{اگر وہ اس طرح ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو پھر وہ ہدایت یافتہ ہیں} البقرۃ (137).

لھذا جو بھی سلف کے طریقہ سے ہٹا اوردور ہوا تو اس کی ہدایت میں مقدار سے نقص پیدا ہوا جتنا وہ سلف کے راستے سے دور ہوا.

تواس بنا پر اس مسئلہ اور باب میں یہ واجب اور ضروري ہے کہ اللہ تعالی نے جو اپنے لیے ثابت کیا ہے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی کے لیے جو اسماء وصفات ثابت کیے ہیں وہ ثابت کیے جائیں اور کتاب وسنت کی نصوص کو اس میں ظاہر پر ہی رہنے دیں، اور ان پر اس طرح ایمان لائیں جس طرح صحابہ کرام ایمان رکھتے تھے، امت میں سب سے افضل اور زیادہ علم رکھنے والے ہیں.

لیکن یہ جاننا بھی ضروري اور واجب ہے کہ یہاں چار ممنوعات یا محذورات ہیں جو کوئی بھی ان میں پڑگیا اس کا اللہ تعالی کے اسماء وصفات پر اس طرح ایمان نہیں جس طرح ایمان لانا واجب ہے، اور جب تک یہ ممنوعات یا محذورات سے بچا نہ جائے اور ان کی نفی نہ ہو اس وقت تک اسماء وصفات پر ایمان صحیح نہیں ہوتا وہ چار محذورات یہ ہیں :

تحریف، تعطیل، تمثیل، اور تکییف :

اسی لیے ہم نے اللہ تعالی کے اسماء وصفات پر ایمان کے معنی میں کہا تھا اسماء وصفات پر ایمان یہ ہے کہ :

(اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں جو کچھ اپنے لیے اسماء وصفات ثابت کیے ہیں یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نے ان پر اس طرح ایمان لانا جو اللہ تعالی کی شایان شان ہے بغیر کسی تحریف اور کیفیت اور مثال بیان کیے اور نہ ہی انہیں معطل کیا جائے)

ذیل میں ہم ان چاروں محذورات کا بیان کرتے ہیں :

1- تحریف :

اس سے کتاب وسنت کی نصوص کے معانی کو بدلنا مراد ہے کہ انہیں اس حقیقی معنی سے جس پر یہ نصوص دلالت کرتی ہیں بدل کر کسی دوسرے معنی میں لے جانا، کہ ان اسماء اور صفات کو کسی اور معنی میں بیان کرنا جو اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد نہیں.

اس کی مثال یہ ہے کہ : تحریف کرنے والوں نے یدہاتھ جو کہ بہت سی نصوص سے ثابت ہے کو ہاتھ کے معنی سے بدل کر اسے نعمت اور قدرت کے معنی میں لیا ہے.

2- التعطیل :

تعطیل سے مراد اللہ تعالی سے اس کے سب اسماء حسنی اور بلند صفات کی نفی یا اس میں سے کچھ کی نفی ہے.

لھذا جس نے بھی اللہ تعالی سے اس کے کسی اسم یا صفت کی نفی کی جو قرآن وسنت سے ثابت ہیں اس کا اللہ تعالی کے اسماء اور صفات پر ایمان صحیح نہیں.

3- التمثیل :

یہ اللہ تعالی کی صفات کو مخلوق کی صفات سے مثال دینا، مثلا یہ کہنا کہ : اللہ تعالی کا ہاتھ مخلوق کے ہاتھ کی مثل ہے، یا اللہ تعالی مخلوق کی مثل سنتا ہے، یا اللہ تعالی عرش پر اس طرح مستوی ہے جس طرح انسان کرسی پر مستوی ہوتا ہے. اسی طرح دوسری صفات میں.

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالی کی صفات کو اس کی مخلوق کی صفات کے ساتھ ملانا اور تشبیہ دینا ایک برائی اور باطل کام ہے.

فرمان باری تعالی ہے :

.{اس کی مثل کوئی نہیں اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے}.الشوری(11)

4-التکیف :

یعنی کیفیت بیان کرنی : یہ اللہ تعالی کی صفات کی کیفیت اور حقیقت کی تحدید کرنا، انسان اپنے دل کے اندازے یا زبان کے ساتھ قول سے اللہ تعالی کی صفت کی کیفیت کی تحدید کرے.

اور یہ قطعی طور پر باطل ہے، اور کسی بشر کے لیے اس کا جاننا ممکن ہی نہیں. فرمان باری تعالی ہے :

.{اور اس کے علم کا احاطہ کر ہی نہیں سکتے}.طہ(110).

لھذا جس نے بھی یہ چاروں امور مکمل کر لیے اور ان سے دور رہا تو اس کا ایمان صحیح اور مکمل ہے.

اللہ تعالی سے ہماری دعا ہے کہ وہ ہمیں اس ایمان پر ثابت قدم رکھے اور اسی پر موت دے. دیکھیں : رسالۃ شرح اصول الایمان تالیف شیخ ابن عثیمین

واللہ اعلم.